حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ

دوام حدیث

تواتر اور حجیت

منکرین حدیث انکار حدیث کے لیے اس بات کا بھی سہارا لیتے ہیں کہ حدیث خبر آحاد سے ہم تک پہنچی ہے اس لیے قبول نہیں کی جاسکتی اور قرآن تواتر سے پہنچا ہے اس لیے حجت ہے ———

قرآن مجید بلحاظ ثبوت

قرآن کریم ثبوت کے لحاظ سے متواتر ہونے کی بنا پر اگرچہ یقینی ہے۔ مگر قرآن ثابت ہونے کے لیے تواتر لازمی امر نہیں یعنی نفس الامر میں اگرچہ قرآن متواتر ہے مگر کسی شخص کے نزدیک کسی آیت یا سورہ کے قرآن ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ تواتر سے اس کو پہنچے۔ بلکہ ایک معتبر خبر سے بھی قرآن ثابت ہوجاتا ہے۔

جب جبرائیل ؑ نے اللہ تعالیٰ سے سنا اس وقت بھی وہ قرآن تھا اور جب جبرائیل ؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا اس وقت بھی وہ قرآن تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب پر پڑھا اس وقت بھی قرآن تھا جب ایک شخص نے آپ سے سنا پھر آگے نقل کیا اس وقت بھی قرآن ہی تھا۔ اس طرح اگر ایک اندھا شخص کسی اور نابینے سے قرآن یاد کرے اور اس کے علاوہ کسی اور سے نہ سنے تو بھی وہ قرآن ہی ہوگا۔

پھر اگر کوئی شخص مصحف سے قرآن پڑھے اور قرآن میں کاتب کی غلطی سے بچنے کے لیے کسی قاری پر اعتماد کر کے زیر و زبر۔ شد و مد کو سمجھے اور پھر اس کو قرآن کریم شمار کرے

تو باوجود خبر واحد سے ثبوت ہونیکے پھر بھی یہ قرآن ہی رہے گا۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن کے قرآن ہونے کے لیے تواتر لازمی نہیں بلکہ خبر واحد سے بھی قرآن ثابت ہو سکتا ہے اور قرآن کریم قرآن ہی رہتا ہے۔

حدیث بلحاظ ثبوت

حدیث کا اکثر حصہ جس کا دین سے تعلق ہے متواتر ہے

متواتر کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم وہ ہے جو عمل سے متواتر ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک ہر زمانے کے لوگ اس کثرت سے عمل کرتے ہیں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہے جیسے اذان، اقامت، پانچ نمازیں، ان کی رکعات اور ہر رکعت کی ترتیب پہلے قیام پھر رکوع پھر قومہ پھر دو سجدے۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (جلسہ) قیام میں فاتحہ کا پڑھنا۔ رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کا کہنا اور ہر رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت اللہ اکبر کہنا مگر رکوع سے سر اٹھاتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ پڑھنا ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھنا۔ نماز کی ابتدا تکبیر تحریمہ سے اور انتہا السلام علیکم سے کرنا یہ سب عملی تواتر سے ثابت ہیں نہ اس میں کسی قسم کا اختلاف ہے۔ سنی، شیعہ، خارجی، بریلوی دیوبندی، اہل حدیث سب ان کے قائل اور ان پر عامل ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ امور مذکورہ کا تواتر قرآن کریم کے تواتر سے بھی بڑھ کر ہے تو حق بجانب ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید کے ناقل، حافظ اور کاتب ہیں اور جن باتوں کا ذکر ہوا ہے ان کے ناقل نمازی ہیں نمازیوں کی تعداد ہمیشہ حافظوں اور کاتبوں سے زیادہ رہی ہے۔

یہی حال زکوٰۃ کا ہے کہ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ (۵۲½ تولہ) اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ (۷½ تولہ) ہے اور دونوں سے چالیسواں حصہ نکالا جاتا ہے شروع سے اس پر عمل چلا آرہا ہے۔ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ ابتداءً تو حکومت کے زیر سایہ یہ کام رہا۔ اس کا تواتر بھی قرآن کے تواتر سے زیادہ ہے۔

یہی حال حج کا ہے۔ اس میں احرام کی موجودہ کیفیت یعنی مرد سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے صرف دو چادریں پہنے۔ ایک کا ازار بنائے اور دوسری اوپر اوڑھے مگر سر ننگا رکھے خوشبو نہ لگائے۔ میقات سے حج یا عمرہ کی نیت کر کے لبیک کہتا ہوا بیت اللہ کو جائے۔ وہاں جاکر اگر عمرہ کرنا ہو تو بیت اللہ کا طواف حجر اسود سے شروع کرے۔ دروازے کی طرف سے پھرتا ہوا سات چکر لگائے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات بار چکر لگائے پھر احرام کھولدے۔ یہ باتیں اس قسم کی ہیں کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ تواتر سے ثابت ہیں۔ ان کے ناقل اور ان پر عمل کرنے والے قرآن کے نقل کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

اس طرح وضوء میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور نکالنا۔ کان کا مسح کرنا عملی تواتر سے ثابت ہے۔

نیز بہت سے خرید و فروخت کے مسئلے جن پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ ان پر شروع سے امت عمل کرتی چلی آرہی ہے اور اب تک ان کا عمل اور اعتقاد دینی یہی ہے یہ سب متواتر ہیں۔

اسی طرح بہت سے اخلاقی مسائل عملی تواتر سے ثابت ہیں۔ ملاقات کے وقت سلام اور کبھی کبھی مصافحہ کرنا۔ جمعہ کے دن غسل کرنا۔ میت کو قبلہ رو دفن کرنا۔ عید میں باہر جاکر دو رکعتیں پڑھنا۔ یہ سب کام عملی تواتر سے ثابت ہیں۔

نکاح میں ایجاب، قبول کرنا، ولی کا ہونا۔ کم از کم دو گواہوں کا ہونا یہ سب باتیں تواتر سے چلی آرہی ہیں۔

دوسرے قسم کی وہ باتیں ہیں جو روایت سے متواتر ہیں۔ آگے اس کی پھر دو قسمیں ہیں ایک تو لفظوں میں متواتر اور دوسری معنی میں متواتر۔ جو حدیثیں لفظوں میں متواتر ہیں ان میں اگر راویوں کے صفات کا لحاظ نہ رکھا جائے بلکہ صرف گنتی کو دیکھ کر تواتر کا حکم لگایا جائے تو اس کی مثال کم ہے اور اگر صرف گنتی کو نہ دیکھا جائے بلکہ راویوں کی صفات کو ملحوظ رکھ کر حکم لگایا جائے تو اس صورت میں متواتر حدیثوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جیسے حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں اس کی تصریح کی ہے اور فتح الباری میں اس کی مثالیں دی ہیں۔

جو حدیثیں معنی میں متواتر ہیں۔ ان کی مثالیں طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، خرید و فروخت اور غزوات، ان مسائل میں جو اتفاقی ہیں بہت پائی جاتی ہیں۔ یہ سب حدیثیں یقینی ہیں۔ ان کے بعد ان احادیث کا درجہ ہے جو مستفیض ہیں مستفیض سے مراد وہ حدیثیں ہیں جن کو کم از کم تین صحابہ نے روایت کیا ہو۔ ان کے بعد ہر قرن کے راوی بڑھتے گئے ہوں۔ یہاں تک کہ مستفیض کو اپنی اپنی کتابوں میں درج کر دیا۔ ایسی حدیثیں کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ فقہ کے اصلی مسائل کی بنیاد انہی پر ہے۔

ان کے بعد ان حدیثوں کا درجہ ہے جن کو محدثین نے صحیح یا حسن کہا ہے۔

پھر وہ حدیثیں ہیں جن میں اختلاف ہے۔ ان غیر متواتر روایتوں میں جن پر اجماع یا جن کی صحت پر اجماع ہے، وہ حدیثیں بھی یقینی ہیں۔

قرآن مجید بلحاظ دلالت

قرآن مجید کو اگر تعامل اور روایت کے بغیر صرف لغت و قواعد سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بعض وقت اس کی ظنی یا وہمی دلالت پر عمل کرنا پڑے گا یا ایسی چیز کا قائل ہونا پڑے گا جو اجماع کے خلاف ہونے کے باوجود ظاہر عقل کے بھی خلاف ہے۔ اس کی مثال سنیے:

پہلی مثال:

قرآن مجید نے محرمات کی فہرست میں پہلا نمبر "امھاتُ" کا رکھا ہے۔ امہات ام کی جمع ہے۔ ام لغت میں والدہ کو کہتے ہیں اور مجازاً نانی، دادی اور اوپر کے سلسلہ کی سب عورتوں کو کہہ دیتے ہیں اور عموم مجاز کی صورت میں والدہ، نانی اور دادی وغیرھا سب کو کہتے ہیں۔

اب اگر لغت سے ہی تفسیر کی جائے تو باوجود تفسیر کے ظنی ہونے کے دادی اور نانی حلال ٹھہریں گی اور اگر مجازی معنے یا عموم مجاز سے کر سب کو سب کو شامل کر لیا جائے تو امہات کی دلالت ان پر ظنی بلکہ وہمی ہوگی کیونکہ بدوں قرینہ مجازی معنی مراد لینا منع ہوتا ہے۔

دوسری مثال :

لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ الآیہ (نساء) ترجمہ : اپنے باپ کی منکوحات سے نکاح نہ کرو۔ اس آیت میں لفظ "آباء" ہے جو "اَبٌ" کی جمع ہے۔ اَبٌ لغت میں حقیقتاً والد کو کہتے ہیں اور مجازاً دادا اور نانا کو بھی کہدیتے ہیں اور عموم مجاز کے اعتبار سے والد اور دادا اور نانا سب کو کہدیتے ہیں۔

یہاں لغت کا ایک اور قاعدہ بھی ہے کہ جب جمع کی نسبت جمع کی طرف ہو تو اس وقت پہلی جمع سے ایک ایک فرد کی نسبت دوسری جمع کے ایک ایک فرد کی طرف ہوتی ہے۔ پس اس قاعدہ کے لحاظ سے بھی "آباءکم" جو دو جمع ہیں۔ ایک آباء (باپ) دوسری کُم (تم) ان سے ہر ایک مخاطب کا ایک ایک باپ بھی مراد ہو سکتا ہے مگر امت کا اجماع ہے کہ یہاں آباء والد۔ دادا اور نانا سب کو شامل ہے۔ پس اگر حدیث اور تعامل کو چھوڑ کر قرآن کی تفسیر محض قواعد اور لغت سے کی جائے تو پھر یا دادا اور نانا کی منکوحہ کو حلال کہنا پڑے گا یا دلالت ظنی بلکہ وہمی پر عمل کرنا پڑے گا۔

تیسری مثال :

حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم الاٰیۃ تم پر تمہاری مائیں اور لڑکیاں حرام کر دی گئی ہیں۔ یہاں بنات سے بحث ہے۔ بنات جمع ہے بنت کی۔ بنت کا حقیقی معنی لڑکی اور مجازی معنی کے اعتبار سے پوتی۔ نواسی کو بھی کہہ دیتے ہیں اور عموم مجاز کی صورت میں دونوں پر اطلاق ہو سکتا ہے اور اگر تعامل و سنت سے اس کا مطلب سمجھا جائے تو اس آیت سے لڑکیوں۔ پوتیوں اور نواسیوں سب کے ساتھ نکاح کی حرمت ثابت ہوگی۔ اگر محض لغت قواعد سے اس کا مطلب لیا جائے تو یا پھر پوتیوں اور نواسیوں سے نکاح کرنا حلال ماننا پڑے گا یا قرآن کی ظنی دلالت بلکہ وہمی پر عمل کرنا پڑے گا۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید سے بغیر روایت کے ہر جگہ تعیین حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ظن یا وہم حاصل ہوتا ہے۔

چوتھی مثال :

(عمّاتکم) تمہاری پھوپھیاں (تم پر حرام کی گئی ہیں) عمات جمع ہے عمہ کی۔ عمہ لغت میں پھوپھی کو کہتے ہیں۔ مجازاً باپ، دادا اور نانا کی پھوپھی کو بھی کہہ دیتے ہیں اور عموم مجاز کے اعتبار سے سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی اپنی پھوپھی اور سب اصول کی پھوپھیوں کو شامل ہے۔ اسی پر تعامل ہے مگر محض لغت کی مدد سے صرف اپنی پھوپھی حرام ٹھہرے گی اور باقی کے متعلق دلالت ظنی بلکہ وہمی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

پھر طرفہ یہ ہے کہ لغت کی طرف رجوع کرنے سے جو معنی متعین ہوگا وہ بھی ظنی ہوگا۔ کیونکہ لغت کا بہت سا حصہ اصمعی اور خلیل وغیرہ نے اشعار اور امثال عرب سے لیا ہے اور یہ سب اخبار آحاد سے منقول ہیں اور معانی کی تعیین میں بعض جگہ قیاس سے بھی کام لیا ہے اور یہ امور ظنی ہیں۔

پانچویں مثال :

(خالاتکم) تمہاری خالائیں تم پر حرام ہیں۔ خالات جمع ہے خالہ کی۔ خالہ لغت میں والدہ کی ہمشیرہ کو کہتے ہیں یہ حقیقی معنے ہیں اور مجازاً والدہ، والد، دادا، دادی، نانی کی خالاؤں کو بھی خالہ کہتے ہیں اور عموم مجاز کے لحاظ سے سب پر اطلاق ہوتا ہے اور تعامل و روایت سے اسی کو صحیح سمجھا گیا ہے۔ اگر تعامل سے قطع نظر کر کے صرف قواعد اور لغت کی مدد سے قرآن کی تفسیر کی جائے تو باطنی معنے بلکہ وہمی مراد لینے پڑیں گے یا صرف اپنی خالہ کو حرام کہنا پڑے گا اور باقی کو حلال۔

چھٹی مثال :

(وبنات الاخ) بھائی کی لڑکیاں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ اور اس کی توضیح پہلے گزر چکی ہے۔